# بشریٰ رحمان کے افسانوں میں تانیثی رجحانات کی بازیافت

عظمیٰ نورین
محمد افضال بٹ

## Abstract:

Bushra Rehman, a famous Pakistan writer, known as jean Austin of Urdu literature was born at Bahawalpur in August 1944. Having a post graduate degree in journalism from the university of the Punjab, she has contributed a lot to Urdu literature beside pursuing her career in politics. The government of Pakistan acknowledged her contribution by awarding her "Sitara e Imtiaz" a presidential award given to very distinguished personalities, in 2007. Bushra Rehman is one of those female writers, who besides holding technical equirements, very aptly highlight the feminist feelings of love, emotions, sorrows, pain, sacrifice, compromises and displacement. Her writings depict the unfair treatment meted out to the womenfolk and societal indifference to their issues. She protests loudly on this unequal treatment to the females. Her writings have a clear flavour of feminism. She has written about all the roles of a female, whether of a mother or daughter, a lover or a wife. Her writings, speeches, and her own forceful.

تانیثیت ایک ایسی تحریک کا نام ہے جو عورت کے سماجی، ثقافتی، قانونی اور عائلی حقوق کی پاسداری کے لیے جدوجہد کرتی ہے اسے انگریزی میں feminism کہتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق:

> Feminism, the belief in the social, economic and political equality of the sexes.(۱)

اسی طرح انسائیکلوپیڈیا آف سوشیالوجی میں فیمینزم کی تعریف ان الفاظ میں درج ہے:

> Feminism: A movement that affected to institute social, economic and political equality between man and women in society relationship between man and women.(۲)

درج بالا تعریفات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ کہ تانیثیت ایک ایسی تحریک ہے جو معاشرے میں طبقہ نسواں اور مردوں کے درمیان صنفی امتیازات ختم کر کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی برابری قائم کرنے کی خواہاں ہے۔ یعنی پدرسری معاشرے میں عورت پر ہونے والے ظلم وستم، طبقاتی تقسیم اور کشمکش کا شکار ہونے والی عورت کو یکساں حقوق دلانے کے لئے کاوشیں کی جارہی ہیں۔ اس سلسلے میں مرد اور عورت دونوں نے قلمی جہاد کیا ہے۔ قاضی افضال حسین اس کی تائید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''معاشرے کی تشکیل کے لیے عورت اور مرد دونوں ضروری ہیں اور ان کے درمیان ربط کی نوعیت ایک مخصوص معاشرے کی معاشی اور تہذیبی ضرورتوں سے متعین ہوتی ہے"۔(۳)

انگریزی میں اسے جب Femininity کہا جاتا ہے یعنی اس سے مراد عورت کا عورت پن ہے کہ تانیثیت کے متوازی ایک اور لفظ نسائیت ہے۔ ہے، عورت اپنے جذبات واحساسات کے پیرائے میں دوسری عورتوں کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اپنے گمشدہ وجود کی بازیافت ممکن بناتی ہے،۔ ادب میں خواتین کا قلمی سرمایہ نسائی ادب کہلاتا ہے۔

اردو ادب میں تانیثیت کی تاریخ پر غور کریں تو نسائی رجحانات بیسویں صدی کی چوتھی دہائی سے رونما ہونا شروع ہو چکے تھے۔ لیکن بیسویں صدی کی چھٹی دہائی کے بعد تانیثی ادب کا سورج دنیا بھر میں ایک نئے روپ میں طلوع ہوا۔ اسی اثنا میں ترقی پسند تحریک کے اثرات سے اظہار رائے کی آزادی پروان چڑھ رہی تھی لہٰذا ان تحریکات کے اثرات اردو ادب پر بھی مرتب ہونے لگے۔ اس کی تخلیقات نئے نسائی شعور اور خود آگہی کے ساتھ منظر عام پر آئیں۔ بعد ازاں آنے والے ادوار میں بہت سے ادبا نے بہترین نسائی اور تانیثی ادب تخلیق کیا جو تانیثی شعور کے رجحان ساز کی حیثیت رکھتا ہے۔ تانیثی تحریک کے ارتقاء سے عورت کے حوالے سے مردانہ ذہنیت، استحصال اور ظلم و ستم کا بھرم ٹوٹ گیا۔ جس کی وجہ سے عورت کے

حوصلوں میں اضافہ ہوااور وہ بے باکانہ اور دلیرانہ انداز سے اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے لگی۔ سید محمد عقیل رقمطراز ہیں:

"تانیثیت ایک نیا فکری تصور ہے جو بیسویں صدی کے نصف کے بعد سے مغربی فکر اور تنقیدی تصورات میں روز بروز اپنا دباؤ ڈالتا جارہا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ احتجاجی صورتوں کو واضح کرتا جارہا ہے "(۴)

نسائی اور تانیثی رجحانات میں واضح فرق یہ ہے کہ عورتوں کے ان خیالات واحساسات کا اظہار اور احاطہ کرنا ہے ۔جو ان کے تجربات، مشاہدات، گھریلو پرورش اور ماحولیاتی جبر کے نتائج میں پیدا ہوتے ہیں۔جب کہ تانیثی شعور نہ صرف صنف کی بنیاد پر جبر کو رد کرنا ہے بلکہ معاشرے کی اس ذہن سازی کو بھی رد کرنا ہے۔جو عورت کو کمتر گردانتی ہے۔تانیثی شعور کا بحر بے کراں اور اردو ادب میں جین آسٹن کا لقب پانے والی معروف پاکستانی شاعرہ، کالم نگار، ناول نگار اور افسانہ نگار بشریٰ رحمان اگست 1944ء کو بہاولپور میں پیدا ہوئیں ۔انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے صحافت کی سند حاصل کی ۔ سیاسی سفر کا آغاز 1983ء میں کیا۔صوبائی اسمبلی پنجاب سے تین مرتبہ رکن منتخب ہوئیں۔بعدازاں پاکستان مسلم لیگ ق کی نشست سے رکن قومی اسمبلی رہیں۔بشریٰ رحمان سیاست کے ساتھ ساتھ ادب دوستی میں بھی کلیدی کردار ادا کر رہی ہیں۔انھوں نے کئی ایک کتابیں لکھیں۔17 سے زائد ناول اور سفر نامے ان کے قلم کا شاہکار ہیں ۔اس کے علاوہ روزنامہ جنگ میں " چادر اور چار دیواری "اور "چاندنی " کے نام سے کالم بھی لکھتی ہیں۔ 2007ء میں انھیں صدارتی اعزاز ستارہ امتیاز سے بھی نوازا گیا۔ان کا تخلیقی سرمایہ درج ذیل کتب، ناولوں، سفر ناموں، افسانوی مجموعوں اور ناولٹوں بت شکن ،چپ،لالہ صحرائی (ناولٹ)،پے انگ گیسٹ، پیاسی، پشیمان ،ایک آوارہ کی خاطر ،آہ سحر گاہی ،لازوال ، لگن،اللہ میاں جی، چارہ گر، خوبصورت ،عشق عشق ، فلم کہانیاں، چاند سے نہ کھیلو ،ٹک ٹک دیدم ٹوکیو، براہ راست اور مولانا ابوالکلام آزاد ایک مطالعہ "پر مشتمل ہے۔

لغت کے اعتبار سے افسانہ جھوٹی کہانی کو کہتے ہیں۔لیکن ادبی اصطلاح میں ایک سچی اور حقیقی کہانی کو افسانہ کہا جاتا ہے۔جس میں کسی ایک واقعے کو بنیاد بنا کر کہانی کی تشکیل کی گئی اور جس میں حقیقی زندگی کے کسی ایک جزو کو لے کر کہانی بنی گئی ہو۔جس میں وحدت تاثر اور اختصار ہوا ناول زندگی کا کل جبکہ افسانہ زندگی

کا ایک جزو پیش کرتا ہے۔ ناول میں زندگی کے تمام کردار چلتے پھرتے ہیں جب کہ افسانے میں کہانی صرف ایک مرکزی کردار کے گرد گھومتی ہے۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی رائے میں:

> یوں تو افسانہ ہر کہانی کو کہتے ہیں لیکن مختصر افسانے کے چند فنی لوازم ہوتے ہیں۔ مثلاً وحدت تاثر، رمزیت، ایمائیت اور مواد کی فنکارانہ ترتیب وغیرہ"(۵)

ایک جگہ ڈاکٹر جعفر رضا لکھتے ہیں:

> "کہانی کا ماحول وقت کی گردش کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ یہ ماضی، حال اور مستقبل کسی سے بھی متعلق ہو سکتا ہے اور اس کی کامیاب تصویر کشی ہی ماحول کی عکاسی کہلاتی ہے"(۶)

بشریٰ رحمان اردو فکشن کی ایک ایسی آواز ہیں جو افسانے کے تمام فنی لوازمات کے ساتھ بحیثیت عورت، عورت کے جذبات واحساسات، کیفیات، دکھ درد، قربانی، ایثار، سمجھوتے، اور رشتوں کی شکست و ریخت کے ساتھ ساتھ سماجی بے حسی کی داستان رقم کرتی اور اپنی تحاریر میں عورت پر ہونے والے ظلم و ستم کے خلاف اور حقوق نسواں کے حصول کے لیے جہاد علم بلند کرتی نظر آتی ہیں۔ادیب اپنے وقت کی سماجی، ثقافتی، سیاسی و معاشرتی حالات کی معروضی تاریخ انسانی کرداروں کی صورت اور کبھی علامت کے پیراہن میں محفوظ کر کے اپنا فرض منصبی سرانجام دیتا ہے۔ بشریٰ رحمان نے بھی عورت کو موضوع بنا کر نسوانی شناخت اور بازیافت کے حصول کے لیے راہیں ہموار کیں۔

جنسی اور تانیثی رجحانات کے تحت لکھنے والوں نے جنسی اور نفسیاتی مسائل و تجربات کو اپنے افسانوں میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ لیکن ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی قسم کی کشمکش کا شکار نہیں ہوئے کیونکہ ان کے سامنے انسانی نفسیات کو بیان کرنا مقصود تھا۔انھوں نے اگر جنس کے موضوع کو بیان بھی کیا تو صحت مندانہ انداز میں کیا۔اس رجحان سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگاروں میں سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، بشریٰ رحمان، زاہدہ حنا، منشا یاد، رشید جہاں، کرشن چندر اور قراۃ العین حیدر کے نام شامل ہیں۔

افسانے کے ابتدائی نقوش سے ہی خواتین مصنفین اردو ادب کے افق پر نمودار ہوئیں لیکن مخصوص سماجی اور ثقافتی صورتحال کے پیش نظر انکی تخلیقات فرضی ناموں سے شائع ہوتی تھیں۔ان تحریروں میں عورتوں کی تعلیم وتربیت، خانگی مسائل، خانگی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات اور اسی طرح کے دیگر مسائل حیات کو موضوع بنایا جاتا تھا۔جیسا کہ تعلیم نسواں، مشرقی عورتوں کی روایتی پاسداری، لڑکیوں کی کم سنی میں شادی کے مضر اثرات کے حوالے سے **اصلاح نسواں، مشیر نسواں اور آہ مظلوماں** کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ جن کے نام سے ہی ان کا موضوع واضح ہو جاتا ہے۔

عصر حاضر میں نامور ادیبہ بشریٰ رحمان کے فکشن میں نسائی حقوق کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ان کے موضوعات نسائی جذبات، کیفیات، اور نفسیاتی ردعمل کے ہیں۔ جو ایک وفادار اور تابع فرمان بیوی، بیٹی، کسان اور مزدور خواتین کے ہتھیلیوں کے چھالے، بدن کے کھرنڈے، لڑکیوں کی کم سنی کی شادیوں کے نقصانات، مردوں کی روایتی وفاداری کے روپ میں بے وفائی لطیف جذبوں کو صیغہ آواز میں باندھنے کی سعی ہیں۔ تقسیم پاک وہند کے سماجی وثقافتی موضوعات پر تقریباً سبھی قلم کاروں نے تانیثی فکر اور شعور کو موضوع بناتے ہوئے اجاگر کیا۔

جیلانی بانو کا کہنا ہے کہ :

> "اس تباہی میں سب سے زیادہ مار عورت نے کھائی ہے۔ کیونکہ اس ملک میں زمین کی طرح عورت بھی مرد کی ملکیت سمجھی جاتی ہے۔ جو بیچی اور خریدی جاسکتی ہے۔ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ برسوں زندگی گزارنے کے باوجود محض شک کی بنا پر اسے الگ کر دیتا ہے اور پھر اسے اپنی پاکدامنی ثابت کرنے کے لیے اگنی پرکشا سے گزرنا پڑتا ہے اور پھر زمین میں سماجانا ہے۔"(۷)

اس رویے کے ذمہ دار بھی مرد ہی ہوتے ہیں۔ خواتین زیادہ تر ہوس اور مظالم کا نشانہ بنتی ہیں۔ جس خاتون سے زنا بالجبر کیا جاتا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کے بچے کا باپ کون ہے؟ اور اگر جان بھی لیتی تو اس بیچاری اور شریف النفس کے لیے اس سے بڑی سزا کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دشمن کی اولاد کو اپنے دودھ سے پرورش کرے۔ بشریٰ رحمان کا افسانہ "بے اولاد" اس دگرگوں حالت کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار ملک اللہ نواز ہے جو جوانی سے ہی گمراہ اور بے راہ روی کا شکار تھا۔

اس کے بارے میں بشریٰ رحمان لکھتی ہیں کہ :

"ملک کا سینہ تو جوانی میں بھی کبوتروں کی کابک ہی بنا رہا۔ کابک اندر سے بہت گندی ہوتی ہے۔ اندھیرا، گھٹن سب ہی ہوتا ہے۔ پر کیسے کیسے خوبصورت کبوتر اور اجلی کبوتریاں اندر سے نکلتی ہیں۔ سفید، دھاری دار، نیلی، خاں کستری مانوا بھی بھی کسی چاندارندی سے نہا کر فوجی دھوبی کے دھلے کپڑے پہن کر آئی ہو۔ ملک صاحب کا سینہ بہت اندھیرا تھا۔ مگر اندر سے نئی نویلی خواہشات کی کبوتریاں بن کر نکلتی رہتی تھی۔ پھر یہ سارے کبوتر، کبوتریاں ایک دم غڑغوں کی تال پر پھڑ پھڑانے لگتے۔ جب ملک صاحب کسی حسین کنواری کا ان چھوا منہ دیکھ لیتے"۔(۸)

ہمارا المیہ ہے کہ قصوروار صرف عورت ہی ٹھہرئی جاتی ہے۔ اسے خاوند، باپ، بھائی کے سامنے آواز نیچی رکھنے کا حکم صادر کر کے روایات کا بول بالا کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس سے کیا غرض ہے کہ وہ اسے بھرے بازار میں بیچ ڈالیں یا پھر تنہائی میں سودا کر دیں۔ اس بات کو ثاقب رزمی یوں بیان کرتے ہیں کہ :

"تو ہے کم عقل، سراپا جذبات زندگی تیری غلامی میں بسر ہوتی ہے مرد کا بوجھ ہے تو، مرد سے کم رتبہ ہے صحن خانہ ہی تیری دنیا ہے اور بچوں کو جنم دیناکام تیرامرد کی راحت و خدمت تیری تخلیق کا منشائے جلی باپ کے، بیٹے کے، خاوند کے تحکم تلے نور افشاں تیری آزادی ہے۔"(۹)

علاوہ ازیں بشریٰ رحمان نے ان تمام مسائل اور حالات پر گہری تنقیدی بصیرت سے کام لیا ہے۔ جو ایک عورت اور خاص طور پر معاشرے میں رہنے والی وہ لڑکیاں جو یا تو شادی نہیں کرتی یا نہیں کر سکتیں۔ اس لحاظ سے بشریٰ رحمان انگریزی ناول نگار جین آسٹن کی ہمہ اسلوب اور ہم خیال معلوم ہوتی ہیں۔ بیروشی ایبائن اس حوالے سے سے لکھتی ہیں کہ :"آسٹن کے پلاٹ اکثر سازگار، معاشرتی استحکام اور معاشی تحفظ کے حصول میں شادیوں پر خواتین کے انحصار کی تلاش کرتے ہیں"(۱۰)

اسی طرح کا قصہ بشریٰ رحمان کے افسانے "کوڑے کا ڈرم" میں ہے۔ جس میں ہیروئن کہتی ہے کہ :"ہر عورت کو ایک سائبان کی ضرورت ہوتی ہے اور پیار کرنے والا تو بس مہربان ہوتا ہے۔ عربی ہو یا عجمی ہو۔"(۱۱)

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ مرد عورت کی فطرت کو سمجھتے اور محسوس کرتے ہوئے اور اس کی سرپرستی کے باوجود اپنی بیوی سے بے نیاز ہو کر اس کو نظر انداز کرتا اور باہر منہ مارتا رہتا ہے۔ گھر کی بجائے باہر آسائش کا سامان ڈھونڈتا ہے۔ جیسا کہ ایک افسانے میں بشریٰ رحمان اپنے ایک کردار سے کہلواتی ہیں کہ:

> "بے نکاحی عورت بڑی خوبصورت شے ہوتی ہے۔ دلدلوں اور تاریکیوں میں جتنی دور چاہے مرد کو لے جاتی ہے۔ بے وقوف بیوی اگر نکاح کے کاغذ کو پھاڑ دے تو اسکی زندگی کا ہر مسئلہ حل ہو جائے۔"(۱۲)

بشریٰ رحمان کی کہانیوں میں تانیثی رجحان اور نسائی نفسیات کی تفصیلات جابجا ملتی ہیں۔ اس میں اشاروں کنایوں والی کوئی بات نہیں۔ ان کے ہاں تانیثی شعور کے درج ذیل پہلو اور موضوعات ہمیں ان کے فکشن میں ملتے ہیں۔ آدھی عورت، مکمل عورت، عورت پر ہونے والا ظلم و ستم، عورت کا ایثار، عورت قناعت کا پیکر، خاوند پر شک، چڑچڑا پن، پاک دامن عورتیں، مرد کی نفسیات، عورت کی نفسیات، عورت کا مرد سے تقاضا، بہت جلد اعتبار کر لینا، بے اولادی اور منسلک مسائل، جنسی تشدد، محنت اور جفا کش عورتیں، عورت کا حمل نامعلوم، دیر سے شادی کے مضر اثرات، بوڑھے مردوں سے شادی، جنسی آسودگی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جن سے عورت پن واضح ہو کر اس کی عادات و خصائل اور نفسیات تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔

عورت کو ہمیشہ سے معاشرے کا دوسرے درجے کا کمزور فرد ہی شمار کیا جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اسے معاشرے میں رہنے کے لئے بھی مرد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ برصغیر میں عورت کا استحصال باقی دنیا سے زیادہ ہوا۔ مرد اس کی کمزوری کا ہمیشہ فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ وہ عورت کو بیچ منجدھار چھوڑ جاتا ہے۔ اس حوالے سے عورت مجبور ہو کر اس کو دھمکی بھی دیتی ہے۔ لیکن اس کی دھمکی سے مرد ڈرنے والا نہیں۔

بشریٰ رحمان اپنے افسانے "سرما کا چاند" میں ایک لڑکی سے کہلواتی ہیں کہ: "ایک بات تم بھی یاد رکھنا شباب میاں! اگر تم نے مجھ سے شادی نہ کی تو تمہارے گھر کے آگے زہر کھا کر مر جاؤں گی۔"(۱۳)

عورت کی شادی کے حوالے سے سے مزید باریک نقطے بھی زیر بحث لائے گئے ہیں۔ اگر عورت کی شادی دیر سے ہو تو اس کو اس قدر طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔ کہ ہاسو بیچاری کی زبان کو تالا لگ جاتا ہے۔ وہ

بہت کچھ کہنا چاہتی ہے۔ مگر کچھ کہہ نہیں پاتی اور معاشرہ کہتا ہے کہ : "جن لڑکیوں کی شادی کی عمر گزر جاتی ہے۔ان میں فرسٹریشن آجاتی ہے۔ خواہ مخواہ ہر ایک سے الجھنے لگتی ہیں اور احساس کمتری کی مریض ہو جاتی ہیں"۔(۱۴)

تاخیر سے شادی کرنے کے علاوہ شادی کے حوالے سے اچھے اور کم عمر بر کا مسئلہ بھی بہت توجہ طلب ہے۔ اگر کوئی عورت یا لڑکی کسی بڑی عمر کے مرد سے شادی کر لیتی ہے تو بھی معاشرہ اسے جینے نہیں دیتا اور اگر وہ اپنے سے کم عمر لڑکے سے پیار محبت کر لے تو بھی طرح طرح کے طعنے اس کا مقدر بنتے ہیں۔ طنزیہ سوالات کے علاوہ حقارت آمیز نظروں سے اسے دیکھا جاتا ہے اور یہی نتیجہ اخذ کر کے رائے قائم کر لی جاتی ہے کہ عورت دولت کی پجارن ہے۔ عمر اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔اس طرح عورت بد دیانت اور بزدل بن کر ناجائز تعلقات قائم کر لیتی ہے۔اس حوالے سے بشریٰ رحمان ایک عورت کی اس طرح سے نمائندگی کرتی ہیں کہ اس کے پاس صرف چند راستے رہ جاتے ہیں جیسا کہ :

> "نوجوان ملازم، مارفیا کے انجکشن، کلب میں اسکینڈل۔اور اگر کوئی ان تینوں کو قبول نہ کرے تو چوتھا رستہ بھی موجود ہے اور وہ راستہ ہے طلاق کا۔ یعنی کہ طلاق ہو جاتی ہے۔ بشریٰ رحمان اپنے ایک افسانے کی ہیروئن سے کہلواتی ہیں کہ :"عورت کا فلسفہ بھی نرالہ ہے۔ زندگی بھر عدم تحفظ کے احساس کا شکار رہتی ہیں"(۱۵)

عورت کے بارے میں جب بھی بات کی جاتی ہے۔ تو ذہن ہمیشہ جنس کی طرف چلا جاتا ہے۔ عورت کے حوالے سے جنس اور نفسیات آپس میں لازم و ملزوم ہے۔ عصمت چغتائی عورت کو کمزور قرار دیتی ہیں۔ دنیا کے بیشتر معاشروں میں مرد ہی کی برتری ہے۔ دنیا میں مرد کو جب بھیجا گیا تو اس خیال کو تقویت ملی۔ کہ مرد حاکم اور عورت محکوم ہے۔ کیونکہ یہ آدم کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ عصمت چغتائی اپنے ایک افسانے ضدی میں لکھتی ہیں کہ :

> "یہ عورت ذات بھی کس قدر ڈھکوسلا باز ہے۔اور خاص طور پر وہ عورتیں جو خود کو نیک اور پاک باز کہے جانے کا آبائی حق رکھتی ہیں...... مثلاً ذرا سا میاں بیمار ہوا، بوڑھا ہوا، تو اسکے ساتھ بھی وہی سلوک شروع ہو جاتا ہے۔ جو دودھ سوکھ جانے پر قصائی گائے کے ساتھ کرتا ہے"۔(۱۶)

مرد کے لیے ساری عمر عورت کو سکون و آرام کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ اس کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ مگر پھر بھی اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ ایک عورت زنا بالجبر کا شکار ہونے کے بعد بشریٰ الرحمان کی زبانی یوں گویا ہوتی ہے کہ :

> "میں جانتی ہوں کہ مرد اس اچانک چھاپے پر یقین نہیں رکھ سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض اسے عورت کی بے گناہی کا یقین آ بھی جائے۔ تو بھی وہ معاف کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ یہی مرد زمانے بھر کی روندی ہوئی بار بار استعمال کی ہوئی طوائف کے گھر کا طواف کرتا ہے۔ مگر اپنی بیوی پر کسی دوسرے آدمی کا سایہ بھی پڑ جائے تو قبول کرنے کی بجائے اسے وہ کھوٹا سکہ نظر آنے لگتی ہے۔"(۱۷)

عورت کے بطن میں حمل کا ٹھہرنا ایک نئی زندگی کی نوید اور علامت ہے۔ لیکن اس میں بھی کئی حدود و قیود ہوتی ہیں۔ جن کا پاس رکھنا از حد ضروری ہے۔ بلکہ عورت کی پاکیزگی بھی یہی ہے کہ وہ اپنے رحم کو پاکیزہ رکھے۔ اس حوالے سے بشریٰ رحمان کے یہاں خیالات اور جذبات کا اظہار ایک نئی شناخت اور نسائی خود آگاہی کا شعور دیتا ہے۔ بلکہ پدر سری سماج کے وضع کردہ اصولوں اور روایات کے خلاف بغاوت کا اعلان بھی ہے۔ عصمت چغتائی اپنے افسانے میں لکھتی ہیں کہ :

> "ہاجرہ میں آخری بار پوچھ رہی ہوں۔ تیرے پیٹ میں کس کا حمل ہے۔ میرے جی میں آیا کہ چیخ کر کہ جو بھی جاننا چاہتا ہے۔ یہی جاننا چاہتا ہے کہ یہ حمل کس کا ہے۔ کیا حمل بذات خود کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ؟؟"(۱۸)

بشریٰ رحمان کے افسانے "سرما کا چاند" میں پٹھانی کی ماں کہتی ہے کہ : "بتا مجھے کون ہے وہ وہ کمبخت۔ کتیا بتا کس کا پلہ اٹھائے پھرتی ہے۔ بول..... بول..... بول اس حرامی کا نام بتا۔ تا کہ میں تجھے اس کے پلے باندھوں"(۱۹)

یہ خواتین کا بہت بڑا معاشرتی المیہ ہے۔ کئی معاملات میں تو عورت بے چاری بے قصور ہوتی ہے۔ لیکن کئی بار وہ بے وقوف بن جاتی ہے۔ لیکن صورت چاہے کوئی بھی ہو عورت ایک عزت دار اور ظاہری نمود و نمائش کے اس معاشرے میں اپنی بقا کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ حمل نامعلوم یا پھر حمل خفی

عورت کے ساتھ ساتھ اس کے خاندان کی عزت کو بھی خاک میں ملا دیتا ہے۔اور ہمیشہ عورت کو ہی اس کے ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔

بشریٰ رحمان کے افسانوں میں پیش کی جانے والی لڑکی عام طور پر ایک بے وقوف ہوشیار دکھائی دیتی ہے۔ جو بہت جلد مرد کی باتوں میں آ جاتی ہے۔اگر نہ بھی آنا چاہے تو بھی مرد اسے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے شیشے میں اتارنے کا فن رکھتا ہے۔۔ مرد اگر اس سے پہلے دو چار لڑکیوں سے تعلق رکھ کر توڑ بھی چکا ہو۔تو بھی وہ یہی سوچتی ہے کہ شاید مجھ میں کوئی خاص خوبی ہے۔جو یہ مجھ میں دلچسپی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور مجھ سے سچی محبت کرتا ہے۔افسانہ "پشیمان" میں سعدیہ اپنے بھائی کے دوست کو جلانے کی غرض سے اپنے منگیتر کے قریب رہتی ہے۔ لیکن ایک دن برسات میں دونوں بھیگتے ہوئے کمرے میں چلے جاتے ہیں اور مدہوشی میں بہت دور نکل جاتے ہیں۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی تو وہ ایک پل عبور کر چکے تھے۔ پھر وہی دوست کمرے کی بتی جلاتا ہے۔ تو سب کی آنکھیں کھلتی ہیں۔اسکے بعد منگیتر چلا جاتا ہے۔ سعدیہ کی شادی اس کے بھائی کے دوست کے توسط سے کہیں اور کر دی جاتی ہے۔اس افسانے میں بشریٰ رحمان کہتی ہے کہ عورت محبت میں اندھی ہوتی ہے اپنی طرف سے چالاکی کرتی ہے مگر وہ بے وقوف بن جاتی ہے۔اسی طرح کا ایک اور افسانہ سرما کا چاند بھی ہے۔ جس میں پٹھانی شباب میاں کے ہاتھوں جنسی طور ریر غمال ہو جاتی ہے۔ وہ اسے اپنے ساتھ دوسرے ملک لے جانے کے خواب دکھاتا ہے۔اور پھر کہتا ہے کہ میرے جانے کے بعد تم میرا نام مت لینا اگر میرا نام لیا تو مجھے پتا چل جائے گا اور میں واپس نہیں آؤں گا۔اگر تمہارے پیار میں خلوص ہے تو اس راز کو افشامت کرنا۔وہ کالے چور جیسے مار کھا لیتی ہے۔ مگر محبوب کا نام زبان پر نہیں لاتی۔ بعد ازاں محبوب واپس آ کر اسے پہچانتا تک نہیں بلکہ اپنے گھر سے دھکے دے کر اسے اپنی بیوی کے ہاتھوں نکلوا دیتا ہے۔ افسانہ "لو پاکستانی اسٹائل میں" موڈیسٹا اپنے کلاس فیلو محمود کے ہتھے چڑھ جاتی ہے۔ وہ اسے بہن کہتا ہے۔ پارٹی میں اس کی خوب تصویریں اتارتا ہے اور اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ اس کے گھر پہنچ جاتی ہے اور دوسرے دن اپنی دوست کے سامنے روتی ہوئی یوں کہتی ہے کہ :

> "کیا بہن اور بھائی کا رشتہ اتنا ناپاک ہوتا ہے۔.... کیا تمہارے ہاں ایسے رشتے استوار کیے جاتے ہیں......سارا وقت وہ مجھے بہن بہن کہتا رہا.......اور رات وہ مجھے زبردستی ایک ہوٹل میں لے گیا.......مجھے اس نے سمجھ کے رکھا تھا۔"(۲۰)

بشریٰ رحمان نے اپنے افسانوں میں ایسی باکردار خواتین کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو اپنی عزت کی محافظ ہوتی ہیں۔ اور آخری دم تک اپنے آپ کو دوسروں کے شر سے بچانے کی کوشش میں محتاط رہتی ہیں۔ بشریٰ رحمان کا ایک افسانہ "ٹوٹا ہوا آدمی" اس کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ شائستہ سلیمان کی بیوی ہے۔ سلیمان ایک دن کے لیے گاؤں گیا ہوا تھا۔ جب کہ اس کا دوست جبران اسی کے گھر میں رہائش پذیر تھا۔ رات کو وہ باورچی خانے سے برف لینے جاتا ہے۔ تو شائستہ کے چراغ کی طرح جلتے بدن، کندن جیسی گردن پر لٹوں کے خمار کو دیکھ کر مدہوش ہو جاتا ہے۔ اور اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتا ہے۔ اور وہ حواس باختہ ہو کر گر جاتی ہے، اس کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ گھر والوں پر یہ سانحہ پہاڑ بن کر ٹوٹتا ہے۔ سبھی کو بہت دکھ ہوتا ہے۔ جبران علی کے علاوہ سبھی کو یہ گمان تھا کہ ریفریجریٹر گرنے کے باعث اس کی موت واقع ہو گئی ہے۔ مگر جبران علی جانتا تھا کہ:

> "داغ اپنا ہو یا بیگانہ! کچھ عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو اپنے اجلے دامن پر کوئی داغ لے کر جی نہیں سکتی جب روح مر جائے تو جسم کی موت کا واقعہ ہونا بھی یقینی امر ہے۔"(۲۱)

جبران علی اس کے بعد اکثر یہی سوچتا تھا کہ:

> "اوہ بے ہودہ انسان! گندگی کے لئے ہر عورت نہیں ہوتی۔ بعض عورتوں کا مقام بہت بلند ہوتا ہے۔ کبھی کسی نے مسجد کے گنبد پر بھی اپلے تھاپے ہیں۔ اپلوں کے لئے الگ دیواریں ہوتی ہیں"(۲۲)

بشریٰ رحمان کے افسانوں میں پیٹ پالنے کے لیے محنت کش اور دن رات کام کرنے والی لڑکیوں اور عورتوں کو بھی اپنے خاص انداز میں سراہا گیا ہے۔ جو معاشرے میں باعزت زندگی گزارنے کے لیے ہوٹلوں میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی اور روزی کمانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں۔ ان کا افسانہ "تاج محل" اس طرح کے پہلو سمیٹے ہوئے ہے۔ اس افسانے میں تین مرکزی کردار ہیں۔ جویریہ، تفضل اور کرشنا (جس کا اصل نام فاطمہ ہے)۔ کرشنا اس ہوٹل میں کام کرتی ہے۔ جہاں جویریہ کا منگیتر تفضل ٹھہرا ہوا ہے۔ اور اس کا کوئی بھائی بھی نہ تھا۔ اس لیے وہ خود ہی گھر کا خرچ اٹھاتی ہے۔ اور نام بدل کر ہوٹل میں نوکری کرتی ہے۔ کیونکہ اس ہوٹل میں مسلمان لڑکیوں کو کام کرنے کی اجازت نہ تھی۔ جویریہ اور فاطمہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جویریہ ایک آزاد خیال اور آزاد منش اور آزاد فطرت لڑکی تھی جبکہ فاطمہ ایک ذمہ دار، محنت کش لڑکی ہے۔ ان دونوں کے موازنے کے حوالے سے بشریٰ رحمان بہ زبان قلم کہلواتی ہیں کہ:

"ایک عورت کے ہاتھ دل کو گرماتے ہیں اور رقص کرتے ہوئے جذبات میں ہلچل مچادیتے ہیں تو دوسری عورت کے ہاتھ گھر کی ہر چیز میں نمایاں ہوتے ہیں اور تھپک تھپک کر لوریاں سناتے ہیں۔ ساری دنیا میں کرشمہ عورت کے دو ہاتھوں کا ہے"۔(۲۳)

بشریٰ رحمان کے افسانوں میں تانیثیت کا عنصر غالب ہے۔ انہوں نے عورت کے کم و بیش ہر روپ کو موضوع سخن بنایا ہے۔ انہوں نے عورت کی عقل مندی اور جذبات پروری دونوں کو بڑے عملی انداز میں بیان کر کے عورت کے وجود کی تلاش میں آسانی اور رسائی ممکن بنانے کی کوشش کی ہے۔ افسانہ "گجرے" میں بیوی اپنے خاوند سے دوری محسوس کرتی ہے۔ اسکے دفتر کی باتیں کریدتی ہے جس سے وہ مزید چڑچڑاپن محسوس کرتا ہے جو ان کے مابین خلش اور باہمی چپقلش کا باعث بنتا ہے۔ خاوند شام کو دیر سے گھر آتا ہے تو بیوی بھی ہمسایوں کے گھر بیٹھ کر گپیں ہانکنا شروع کر دیتی ہے۔ جب خاوند کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو بیوی ہمسائی اور اس کے شوہر کے ساتھ فلم دیکھنے چلی جاتی ہے۔ واپس گھر آتی ہے۔ تو خاوند اس کے لیے موتیے کے پھولوں والے گجرے لیے منتظر ہوتا ہے۔ ان گجروں سے اسکی بہت ساری یادیں جڑی ہوئی تھیں۔ اس لیے وہ اپنے خاوند کو معاف کر دیتی ہے بلکہ اس کی گود میں سر رکھ کر محبت کی باتیں بھی کرتی ہے اس طرح ایک عورت اپنے گھر کو بکھرنے اور برباد ہونے سے بچالیتی ہے۔ بشریٰ رحمان لکھتی ہے کہ: "اگر میاں بیوی میں باہم افہام و تفہیم اور باہم محبت ہو تو یہ رشتہ دنیا کا سب سے خوبصورت ترین رشتہ بن جاتا ہے۔"۔(۲۴)

"عشق عشق" افسانے میں ایک ایسی عورت اور مرد کی کہانی ہے۔ جو زندگی کی دوڑ میں بھاگ بھاگ کر تھک چکے ہیں۔ اور تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتے ہیں۔ مگر عورت میں شک کا مادہ اتر آتا ہے۔ عورت مرد پر شک کرتی ہے اور اس سے پوچھتی بھی ہے۔ لیکن جب وہ ٹال جاتا ہے تو عورت سر پر کفن باندھ کر نکل پڑتی ہے۔ اور خاوند سے بدلہ لینے کا ٹھان لیتی ہے کہ جس طرح کے احساسات سے وہ دوچار ہوئی ہے۔ اسے بھی ان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہذا وہ ایک دن خوب بن ٹھن کر لان میں ٹہلنے لگتی ہے۔ اور جب خاوند آتا ہے۔ تو بھاگ کر اندر آجاتی ہے۔ اسکے ساتھ لڑائی کرتی ہے۔ لیکن جب دونوں بستر پر لیٹے ہوتے ہیں تو مرد شکست مان کر اپنا ہاتھ بڑھا دیتا ہے اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ: "تم بڑی کمینی عورت ہو.......الو کی پٹھی........"(۲۵)۔

بشریٰ رحمان اپنے افسانوں میں عورت کے کردار کو جامد اور معاشرے میں ظلم و ستم کی چکی میں پسے جانے پر احتجاج کا نعرہ بلند کرتی نظر آتی ہیں تو دوسری طرف عورت کے منفی کردار پر اس کی حرکات و

سکنات پر چشم پوشی کرنے کی بجائے طنز و ملامت بھی کرتی ہیں۔ وہ عورت کی تعلیم، بااعتماد شخصیت کی بہتری اور اصلاح کے لیے نہ صرف تربیت کے مواقع فراہم کرتی کوشاں دکھائی دیتی ہیں بلکہ حقوق نسواں کے حصول کے لیے راہیں ہموار کرنا بھی اپنا فرض عین سمجھتی ہیں۔ بشریٰ رحمان کے افسانوی مجموعے قلم کہانیاں، پشیماں اور عشق عشق کے نام سے ادبی دنیا میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں۔ بشریٰ رحمان نے اپنی تحریروں کے ذریعے عورت کے مسائل کو ابھارا تاکہ ان کے حل اور تدارک کے لیے معاشرے میں اہم اقدامات کئے جا سکیں۔ وہ مردوں کے خلاف بات کرنے کی بجائے عورت کی بات کو عورت کے پیرایہ میں بیان کر کے مسائل کا حل تلاش کرتی ہیں۔ عورتوں کی آواز کو بلند کرنے، نسائی آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے مسلسل جدوجہد کو عملی جامہ پہنانے میں ان کا کردار مسلم ہے۔ وہ کردار اور گفتار دونوں کے ذریعہ نسائی جذبات و احساسات کی پاسداری میں قلم کی آواز کو پر سوز اور مؤثر بناتے ہوئے تانیثی رجحانات کی بازیافت ممکن بناتی ہیں۔

## حواشی:


۱۔ صالحہ صدیقی، اردو میں تانیثی حسیت مشمولہ سہ ماہی فکر و تحقیق، اپریل، جون ۲۰۱۶ء، ص۲۳۹۔

2. Britannica Encyclopedia at.https://www.britannica.com/topic/feminism accessed on 20-01-2018

۳۔ عتیق اللہ، ترتیب و انعقاد مشمولہ بیسویں صدی میں خواتین، اردو ادب، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۲۷

۴۔ عتیق اللہ، ترتیب و انعقاد مشمولہ بیسویں صدی میں خواتین، اردو ادب، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۳

۵۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، ''اردو افسانے میں روایت اور تجربے''، مشمولہ: نقوش۔ (افسانہ نمبر) شمارہ ۳،۳۷، ۳۸، جنوری ۱۹۵۴ء، ص ۴۶۷

۶۔ جعفر رضا، ڈاکٹر، پریم چند کہانی کا رہنما، دہلی، ایجوکیشنل پبلی شنگ ہاؤس، سنہ ندارد، ص ۱۲۷

۷۔ مغنی تبسم، لفظوں سے آگے، مکتبہ شعر و حکمت، حیدر آباد، ۱۹۹۳ء، ص ۱۱

۸- بشریٰ رحمان، عشق عشق، بے اولاد، بیسویں صدی پبلی کیشنز، پرائیویٹ لیمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۶، ص ۷۳

۹- ثاقب رزمی، آزادی نسواں کا نیا سویرا، ایچ پی پرنٹنگ پریس ناظم آباد، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۲۲

10- Retrieved from World Encyclopaedia: Mimibook.com. جین آسٹن

۱۱- بشریٰ رحمان، عشق عشق، کوڑے کا ڈرم، بیسویں صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۸۶، ص ۶۴

۱۲- ایضاً ص ۱۰۹

۱۳- بشریٰ رحمان، فلم کہانیاں، سرما کا چاند، ادبی دنیا، مٹیا محل، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۲۷۲

۱۴- بشریٰ رحمان، فلم کہانیاں، عورت ذات،، ادبی دنیا، مٹیا محل، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۲۴۴

۱۵- بشریٰ رحمان، عشق عشق، بیسویں صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۵۶

۱۶- عصمت چغتائی، ضدی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔ ۱۹۹۴ء، ص ۱۳۵

۱۷- بشریٰ رحمان، عشق عشق، بے اولاد بیسویں صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۸۶

18- Retrieved from Khwateen Adabpunjnud. Com

۱۹- بشریٰ رحمان، فلم کہانیاں، سرما کا چاند، ادبی دنیا، مٹیا محل، نئی دہلی، ۱۹۸۹، ص ۲۵۶

۲۰- بشریٰ رحمان، فلم کہانیاں، ادبی دنیا، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء ص ۲۸۳

۲۱- بشریٰ رحمان، ٹوٹا ہوا آدمی، بیسویں صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۶۶

۲۲- ایضا، ص ۱۶۹

۲۳- بشریٰ رحمان، عشق عشق، تاج محل، بیسویں صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۸۶، ص ۲۸

۲۴- بشریٰ رحمان، فلم کہانیاں، ادبی دنیا، مٹیا محل، نئی دہلی، ۱۹۸۹، ص ۲۸۵

۲۵- بشریٰ رحمان، عشق عشق، بیسویں صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۸۶، ص ۱۹۸